تعزیراتِ اسلام

جناب قاضی بشیر احمد صاحب - باغ - آزاد کشمیر

(۱۲)

تشریح ۱۴۱۔

حقِ دفاع۔

قاتل کو قصاص میں قتل کرنے کی ایک شرط یہ بھی ہے کہ قاتل نے قتل حقِ دفاع کے طور پر نہ کیا ہو۔

حقِ دفاع کی تشریح مندرجہ ذیل ہے:۔

۱۔ تعریف۔

اگر کوئی مکلف شخص دوسرے آدمی پر بطور ظلم حملہ آور ہوا اور دوسرے شخص کو یہ یقین ہو جائے کہ حملہ آور سے اُس کی جان، یا اعضا، مال اور عزت کو نقصان پہنچے گا جس کے بچاؤ کی کوئی ایسی صورت بجز حملہ آور کے قتل کے ممکن نہیں ہے تو ایسی صورت میں حملہ آور کو قتل کرنا جائز ہوگا۔ اور یہ قتل حقِ دفاع کے طور پر کہلائے گا۔[۱]

۲۔ حقِ دفاع کے طور پر حملہ آور کو قتل کرنا موجب سزا نہ ہوگا۔[۲] اس لیے کہ اِس جرم سے

---

[۱] الدر المختار جلد ۵ ص ۳۶۲ و البحر جلد ۸ ص ۳۴۴

[۲] ایضاً

حملہ آور نے اپنی عصمتِ نفس کو زائل کر دیا۔

۳۔ جن صورتوں میں انسان کو خود حقِ دفاع حاصل ہوتا ہے، انہی صورتوں میں اس کو دوسرے شخص کے لیے بھی حملہ آور کے دفاع کا حق حاصل ہوگا۔ اس صورت میں بھی حملہ آور کا قتل موجب سزا نہ ہوگا۔[۱]

چنانچہ ایک حدیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔ "اُنْصُرْ اَخَاكَ ظَالِمًا اَوْ مَظْلُوْمًا"[۲] یعنی تم اپنے بھائی کی امداد کرو خواہ وہ ظالم ہو یا مظلوم۔ ظالم کی امداد اس کو ظلم سے روک کر عذاب سے بچانا ہے اور مظلوم کی امداد اس کی دادرسی کرنی ہے۔ ایک دوسری حدیث میں ہے "اِنَّ الْمُؤْمِنِيْنَ يَتَعَاوَنُوْنَ عَلَى الْفَتَّانِ"[۳] یعنی مومنین مصائب میں ایک دوسرے کی ضرور امداد کرتے ہیں۔

ان دونوں حدیثوں سے حملہ آور کے دفاع میں مظلوم کے ساتھ تعاون کرنے کا ثبوت واضح ہے۔

۴۔ مندرجہ ذیل احادیث حقِ دفاع کے ثبوت پر واضح دلالت کرتی ہیں۔

ا۔ حضرت ابن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "جس شخص نے کسی مسلمان پر تلوار سے حملہ کیا اس کا خون رائیگاں ہے"[۴]۔

ب۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ "جو شخص لوہے کے ساتھ کسی مسلمان کی طرف اشارہ کر کے اس کے قتل کا ارادہ ظاہر کرے تو اس کو قتل کرنا واجب ہے"[۵]۔

---

[۱] الدر المختار جلد ۵ ص ۳۶۲ مطبوعہ بولاق مصر۔

[۲] بحوالہ المغنی لابن قدامۃ جلد ۱۰ ص ۳۵۳۔ [۳] ایضاً

[۴] الدرایۃ فی تخریج احادیث الهدایۃ جلد ۴ ص ۵۶۷۔

[۵] زیلعی جلد ۲ ص ۳۴۴۔ بحوالہ اعلاء السنن جلد ۱۸ ص ۱۰۶۔

۶۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور کہا کہ اے اللہ کے رسول! آپ کا اس بارے میں کیا حکم ہے؟ کہ اگر کوئی شخص آکر میرے مال کو لینا چاہے؟ آپؐ نے فرمایا کہ "تو اس کو اپنا مال نہ دے۔" اس پر اس نے پوچھا کہ اگر وہ مجھ سے لڑائی کرے تو؟ اس پر آپؐ نے جواب میں فرمایا کہ "تو اس کو قتل کر دے"۔ اس پر اس شخص نے پھر دریافت کیا کہ اگر وہ مجھے قتل کر دے تو پھر؟ آپؐ نے فرمایا کہ تو شہید ہے۔ اس پر سائل نے پھر پوچھا کہ اگر میں اس کو قتل کر دوں تو؟ آپؐ نے فرمایا کہ وہ جہنم میں ہوگا۔[۱]

۷۔ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "جو شخص اپنے مال کی خاطر مارا جائے، وہ شہید ہے۔"[۲] ایک دوسری حدیث میں اس طرح آیا ہے کہ جو شخص اپنے مال کے لیے قتل ہوا وہ شہید ہے اور جو شخص اپنے دین کے لیے قتل ہوا وہ شہید ہے۔ اور جو شخص اپنی اہل کے لیے قتل ہوا وہ شہید ہے۔ بخاری اور نسائی کی روایت میں یہ بھی ہے کہ جو ظلم کے دفاع میں قتل ہوا وہ بھی شہید ہے۔[۳]

۸۔ ایک اور حدیث جو سماکؒ بن حرب کی سند سے مروی ہے، میں ہے کہ ایک شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا اور کہا کہ اے اللہ کے رسول! آپ اس بارے میں کیا ارشاد فرماتے ہیں کہ اگر کوئی شخص آکر میرا مال لینا چاہے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "تو اس کو اللہ تعالیٰ کی یاد دلا۔ اس پر اس نے پھر پوچھا کہ اگر میں اس کو اللہ تعالیٰ کی یاد دلا دوں مگر وہ کوئی پروا نہ کرے تو؟ اس پر آپؐ نے فرمایا کہ تو سلطان سے مدد مانگ۔ سائل نے پھر کہا کہ اگر وہ انکار ہو جائے تو؟ آپؐ نے فرمایا کہ "جو تیرے پاس موجود ہو اس سے مدد طلب کر۔" سائل نے پھر دریافت کیا کہ اگر میرے پاس کوئی موجود ہی نہ ہو تو؟ آپؐ نے فرمایا کہ تو اس وقت تک اپنے مال کے لیے اس شخص سے لڑائی کر حتیٰ کہ تو مال کو حاصل

۱۔ الدرایۃ فی تخریج احادیث الہدایۃ ج ص ۲۔ ایضاً

۳۔ بحوالہ اعلاء السنن جلد ۱۸ ص ۱۰۸

کرلے یا وہ تجھے قتل کر دے۔ اگر اس نے تجھ کو قتل کر دیا تو تو آخرت کے شہداء میں سے ہو گا۔[1]

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حتی الوسع کوشش کرنی ضروری ہے کہ حملہ آور کو قتل کرنے کے علاوہ کسی دوسرے طریقہ سے، اُس کو جرم کے ارتکاب سے روکا جائے۔ اگر اور کوئی طریقہ ممکن نہ ہو تو اس سے لڑائی ناگزیر ہے۔

۵۔ حملہ آور کے دفاع کے مندرجہ ذیل شرائط ہیں جو مذکورہ بالا احادیث کی روشنی میں ذکر کیے جاتے ہیں۔

۱۔ یہ کہ دوسرے شخص کا حملہ کسی حقِ واجب کی ادائیگی کے طور پر نہ ہو بلکہ ظلم کے طور پہ ہو۔

لہٰذا باپ اپنے بیٹے کو یا خاوند اپنی بیوی کو یا استاد اپنے شاگرد کو، ادب سکھانے کے لیے سزا دے یا جلاد قصاص کے طور پر کسی کا ہاتھ یا گردن وغیرہ کاٹے، تو اس طرح کی جملہ صورتیں ظلم و زیادتی کے تحت شمار نہ ہوں گی۔ چنانچہ اس طرح کی صورتوں میں حقِ دفاع حاصل نہ ہو گا۔

۲۔ یہ کہ ظلم کی حالت فی الحال موجود ہو۔ مثلاً حملہ آور تلوار وغیرہ لے کر قتل کرنے کے لیے بالکل تیار ہو، جس کو دیکھ کر یہ باور ہوتا ہو کہ، یہ ابھی قتل یا قطع وغیرہ کرنے والا ہے، تو ایسی صورت میں حملہ آور کا دفاع ضروری ہو جائے گا:

۳۔ یہ کہ حملہ آور کا قتل، حقِ دفاع کی حیثیت سے اس وقت محسوب ہو گا جب کہ اُس کا دفاع کسی دوسرے طریقہ سے ممکن نہ رہا ہو۔

۴۔ یہ کہ حملہ آور ظلم و زیادتی کرنے کی صلاحیت رکھتا ہو۔

۵۔ یہ کہ دفاعی عمل بقدر ضرورت ہو گا۔

مثلاً دفاع عموماً (۱) چیخ و پکار (۲) غیر مہلک ہتھیار (۳) اور مہلک ہتھیار سے کیا جاتا ہے تو اب اگر ۱ سے دفاع ممکن ہو تو ۲، ۳ کے ذریعے دفاع ممنوع ہو گا۔ اگر ۱ سے حملہ آور

[1] الدرایۃ فی تخریج احادیث الہدایۃ جلد ۲ ص ۵۶۸۔

باز نہ آئے تو نمبر ۲ سے دفاع کیا جائے گا اور نمبر ۳ سے ممنوع ہوگا۔ اگر اس سے بھی باز نہ آئے تو نمبر ۳ کیا جائے گا، حتیٰ کہ حملہ آور سے مظلوم، اپنے حقوق کو محفوظ کر لے۔ اس دوران اگر حملہ آور قتل ہو جائے تو اس کا خون رائیگاں ہوگا۔

۶۔ حملہ آور کا تعاقب۔

اگر حملہ آور مستغیث کا مال لے کر بھاگ جائے تو اُس کو چھوڑانے کے لیے مستغیث کو اس کا پیچھا کرنے کا حق ہے۔ اس دوران مستغیث اگر بامرِ مجبوری حملہ آور کو قتل کر دے تو اس کا خون رائیگاں ہوگا۔[۱]

۷۔ ارتکاب جرم سے قبل دفاع۔

دفاع کے لیے حملہ آور کا ارتکابِ جرم ضروری نہیں ہے، البتہ اس کے ارادۂ جرم کا یقین ہو جانا ضروری ہے۔ مثلاً حملہ آور چیخ و پکار کے باوجود نہ بھاگے یا کوئی ڈاکو شور سُننے کے باوجود نقب لگانا ترک نہ کرے، تو باور کیا جائے گا کہ حملہ آور اپنے ارادہ جرم کو عملی تشکیل دینے پہ تُلا ہوا ہے، تو ایسی صورت میں اس کا دفاع ارتکابِ جرم سے قبل بھی کیا جا سکتا ہے۔[۲]

۸۔ دفاع کے لیے مال بمقدار نصاب سرقہ ہونا ضروری نہیں ہے۔

مال خواہ قلیل ہو یا کثیر اس کے بچاؤ کے لیے دفاع کیا جائے گا۔[۳] اس لیے کہ حدیث "قاتِلْ دُوْنَ مَالِكَ" عام ہے۔

۹۔ غیر مکلّف حملہ آور کا دفاع۔

اگر حملہ کرنے والا نابالغ یا مجنون ہو، یا کوئی جانور ہو تو اس کے دفاع میں مذکورہ بالا حق دفاع حاصل نہ ہوگا۔ لہٰذا اُن کو دفاع میں قتل کرنے کی صورت میں، نابالغ اور مجنون کی دِیَت، قاتل پر لازم ہوگی جو اپنے مال سے ادا کرے گا اور جانور کی قیمت بطور تاوان اس کے مالک کو ادا کرے گا۔[۴]

۱۔ الدر المختار جلد ۵ ص ۳۶۲۔ ۲۔ ایضاً ۳۔ ایضاً

۴۔ ہدایہ جلد ۴ ص ۵۶۸۔ البحر جلد ۸ ص ۳۴۴۔

درحقیقت اس مسئلہ میں فقہاء کا اختلاف ہے۔ امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک قاتل پر کوئی چیز عائد نہ ہوگی۔ امام یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک جانور کی ضمان قاتل پر ادا کرنا لازم ہوگی اور نابالغ اور مجنون کو قتل کی وجہ سے قاتل پر کوئی چیز عائد نہ ہوگی۔

امام شافعیؒ کی دلیل یہ ہے کہ قاتل نے اپنے نفس سے اُن کے شر کو دُور کرنے کے لیے قتل کیا ہے لہٰذا یہ ایسا ہی ہے جیسا کہ دفاع میں کوئی بالغ اور عاقل حملہ آور قتل ہوجائے۔

امام ابویوسف فرماتے ہیں کہ جانور کے فعل کا کوئی اعتبار نہیں ہوتا، بخلاف مجنون اور نابالغ کے افعال کے کہ ان کا اعتبار ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اگر یہ کوئی نقصان کردیں تو ان پر ضمان واجب ہوتا ہے۔ لہٰذا نابالغ اور مجنون کی عصمت خود اُن کے وجود کے لیے ہے۔ اگر وہ عصمت کو زائل کردیں تو ان کا دمِ (خون) مباح ہوجاتا ہے۔ لہٰذا اگر یہ دفاع میں مارے جائیں تو کوئی چیز قاتل پر عائد نہ ہوگی۔ اور بخلاف جانور کے، کہ اُس کی قیمت اُس کے مالک کو ادا کرنی ضروری ہوتی ہے۔ یہ اس لیے کہ اس کی عصمت حقِ نفس کے لیے نہ تھی بلکہ حقِ مالک کے لیے تھی۔[1]

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک جس طرح کہ جانور کا فعل عصمتِ نفس کو زائل نہیں کرتا۔ اسی طرح مجنون یا نابالغ کا فعل بھی عصمت نفس کو زائل نہیں کرتا۔ لہٰذا قاتل نے جب اس کو قتل کیا تو اُس نے معصوم الدم (جس کا خون بہانا ممنوع ہو) شخص کو قتل کیا۔ جس کی وجہ سے قاتل سے قصاص لینا چاہیے تھا۔ لیکن چونکہ قاتل نے ان کو دفاع میں قتل کیا ہے جو موجب شبہ ہے لہٰذا قصاص شبہ کی وجہ سے ساقط ہوگا۔ البتہ قاتل پر لازم ہوگا کہ وہ اپنے مال سے دیت ادا کرے۔

اور مجنون وغیرہ کے فعل کو، عاقل اور بالغ پر قیاس کرنا صحیح نہیں ہے اس لیے کہ عاقل، بالغ کا فعل اختیاری ہوتا ہے اور مجنون وغیرہ کا فعل اختیاری نہیں ہوتا۔[2]

---

[1] ہدایہ جلد ۴ ص ۵۶۸

[2] ایضاً

فصل سوئم

آلۂ قتل کے ذریعے قتل کی نیّت کا علم

دفعہ ۴ (ا) نیت قتل کا علم ملزم کے اقرار یا آلہ قتل سے ہو گا۔[1]

(ب) آلہ قتل موجب قصاص۔

اگر آلۂ قتل ایسا ہتھیار ہو جس کو عموماً قتل کرنے کے لیے استعمال کیا جاتا ہو یا کوئی ایسی چیز ہو جو جسم کو زخمی کرنے اور کاٹنے میں آہنی آلہ کی مانند ہو تو اس طرح کے آلۂ قتل سے جرم قتل کا ارتکاب، عمداً قتل باور کیا جائے گا۔[2]

(ج) قتل اس صورت میں بھی عمداً متصور ہو گا جب کہ قاتل نے معمولی آہنی چیز جیسے سوئی یا قلم کانٹ وغیرہ سے، جسم کے مَقتَل میں، یا غیر مَقتَل میں مبالغہ کے ساتھ، زخم پہنچا کر قتل کا ارتکاب کیا ہو۔[3]

تشریح ۱۔ مَقتَل سے مراد بدن انسانی کے وہ نازک ترین مقامات ہیں جہاں پر زخم لگانے سے عموماً موت واقع ہو جاتی ہے۔ مثلاً دل، کان پٹی وغیرہ۔ ان مقامات پر زخم پہنچا کر قتل کرنا، دلیل عمداً قتل کی ہو گی۔ اسی طرح اگر مَقتَل کے علاوہ جسم کے دوسرے حصوں میں اسی طرح کا آہنی آلہ مسلسل استعمال کر کے قتل کیا جائے تو بھی عمداً قتل ہو گا۔[4]

تشریح ۲۔ قاتل کی نیت قتل کا علم چونکہ کسی دوسرے انسان کو نہیں ہو سکتا۔ اس لیے آلۂ قتل

---

[1] البحر جلد ۸ ص ۳۲۸ ۔ مطبوعہ دار المعرفۃ ۔ لبنان۔

[2] الدر المختار جلد ۵ ص ۳۵۰ ۔ مطبوعہ بولاق ۔ مصر۔

[3] ایضاً والمغنی جلد ۹ ص ۳۲۱، ۳۲۲ ۔ مکتبہ سلفیہ ۔ مدینہ منورہ۔

[4] رد المحتار جلد ۵ ص ۳۵۰۔

کو نیت کا ترجمان قرار دیا جائے گا۔

البتہ آلۂ قتل میں فقہاء کا اختلاف ہے۔ امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک اگر آلۂ قتل کے اندر جارحہ کی صفت موجود ہو تو قتل عمداً متصور ہو گا۔ ورنہ نہیں[1]۔ یعنی اُن کے نزدیک آلۂ قتل ایسا آلہ ہو جو جسم کو چیر پھاڑ کر ٹکڑے کر سکے۔

امام ابو یوسفؒ اور امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک آلۂ قتل کا جارحہ ہونا ضروری نہیں ہے۔ چنانچہ اُن کے نزدیک لوہے کی ہر چیز سے قتل، عمداً قتل متصور ہو گا خواہ وہ جسم کو چیر پھاڑ سکے یا کچل سکے۔ وہ دلیل یہ دیتے ہیں کہ قرآن حکیم کا ارشاد ہے۔ "اَنْزَلْنَا الْحَدِيْدَ فِيْهِ بَأْسٌ شَدِيْدٌ" اس آیت میں لوہے کے اندر "بأس شدید" کی صفت کا اظہار ہے اور اس سے مراد قتل ہے لہٰذا لوہے کی ہر چیز کے ساتھ قتل کرنا موجب قصاص ہو گا[2]۔ امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ بھی صاحبین سے اتفاق رکھتے ہیں۔ نیز ان حضرات کے نزدیک جس چیز سے قتل ہونے کا غالب گمان پایا جائے اس کے ذریعے قتل کرنا بھی قتلِ عمد ہو گا، جیسا کہ بڑی لاٹھی اور بڑے پتھر سے قتل۔ بخلاف امام ابو حنیفہؒ کے کہ اُن کے نزدیک یہ قتل شبہِ عمد میں داخل ہو گا۔

امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے دلائل مندرجہ ذیل ہیں:۔

۱۔ عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

اَلَا اِنَّ دیۃ الخطاء شبہ العمد ما کان بالسوط والعصا مائۃ من الابل منہا اربعون فی بطونہا[3]۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ کوڑے اور لاٹھی کے ذریعہ قتل، قتلِ عمد نہ ہو گا بلکہ اس

---

[1] وروی الطحاوی عن الامام اعتبار الجرح فی الحدید ونحوہ قال الصدر الشہید وھو الاصح ورجحہ فی الھدایۃ وغیرھا۔ رد المحتار جلد ۵ ص ۳۵۰۔

[2] حاشیہ ہدایہ جلد ۴ ص ۵۶۵ و رد المحتار جلد ۵ ص ۳۵۰۔

[3] ابو داؤد ص ۲۸۵۔ مطبوعہ مکتبہ رحیمیہ دیوبند۔

کا شمار شبہ عمد میں ہوگا۔ جس کی سزا دیت ہے۔ اگر یہ قتل عمداً ہوتا تو اس کی سزا قصاص ہوتی۔

۲۔ حضرت علی اور ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے روایت ہے کہ "إنّ العمد السلاح وشبہ العمد الحجر والعصا"[1] یعنی قتل عمد ہتھیار کے ذریعے ہوگا اور لاٹھی اور پتھر سے قتل، شبہ عمد ہوگا۔

ان روایات سے معلوم ہوا کہ قتلِ عمد "سلاح" کے ذریعے ہوگا یعنی ایسے آلہ کے ذریعے ہوگا جس کے اندر صفتِ جارحہ موجود ہو۔ اگر غیر آہنی آلہ بھی سلاح کا کام کرے تو اس کا حکم بھی آہنی جارحہ آلہ کا ہوگا۔ لہٰذا چاقو، چھری، نیزہ، بندوق، دھاری دار پتھر، دھاری دار لکڑی، بغیر پھل والا نیزہ، آگ، گرم پانی وغیرہ آلات کے ذریعے قتل، قتلِ عمد ہوگا۔[2]

نیز امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے موقف کی تائید مندرجہ ذیل روایات سے بھی ہوتی ہے۔

۱۔ حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ قبیلہ ہذیل کی دو عورتوں کے درمیان لڑائی ہوگئی جس پر ایک نے دوسری پر پتھر مارا جس سے وہ قتل ہوگئی اور جو کچھ اس کے پیٹ میں تھا وہ بھی مرگیا۔ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فیصلہ فرمایا کہ جنین کا تاوان، ایک غلام یا باندی کا تاوان ہے۔ اور عورت کے بدلہ میں اس کی عاقلہ پر دیت ہے۔[3]

۲۔ حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث میں ہے کہ ایک عورت نے اپنی سوکن کو خیمہ کی لکڑی ماری جس سے وہ قتل ہوگئی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مقتولہ کی دیت کو قاتلہ کی عاقلہ پر فرض کیا۔[4]

مذکورہ ہر دو روایات سے معلوم ہوا کہ پتھر اور لکڑی کے ذریعے قتل کا شمار، قتلِ عمد میں نہ ہوگا۔ اس لیے کہ ان آلات سے قتل پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دیت کی سزا دی ہے۔

---

[1] بحوالہ اعلاء السنن جز ۱۸ ص ۷۰۔ مصنفہ مولانا ظفر احمد عثمانی رحمہ اللہ تعالیٰ۔

[2] درمختار جلد ۵ ص ۳۵۰

[3] متفق علیہ کذا فی المنتقیٰ بحوالہ اعلاء السنن۔ جز ۱۸ ص ۷۵۔

[4] ملخصاً رواہ المسلم ج ۲ ص ۶۲ مطبوعہ اصح المطابع آرام باغ۔ کراچی۔

اگر قتل عمداً شمار ہوتا تو مجرم کو قصاص کی سزا دی جاتی ۔

دوسری بات یہ معلوم ہوئی کہ لکڑی اور پتھر خواہ چھوٹے ہوں یا بڑے ، کیونکہ تخصیص کی کوئی دلیل نہیں ہے ، ان سے قتل کرنا موجب قصاص نہ ہوگا ۔ یہ امام ابوحنیفہ رح کا مسلک ہے ۔

امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک بھاری لکڑی یا بڑے پتھر وغیرہ ثقیل چیز کے ساتھ قتل کرنا ، موجبِ قصاص ہوگا ۔ اور احناف میں سے صاحبین رحمہما اللہ تعالیٰ کا موقف بھی یہی ہے[1] ۔

امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کی دلیل یہ حدیث ہے کہ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ ایک یہودی نے ایک باندی کے سر کو دو پتھروں کے درمیان کچل دیا تھا ۔ ابھی اس عورت کی کچھ زندگی باقی تھی تو اُس سے مجرم کے بارے میں پوچھا گیا کہ وہ کون ہے ؟ مگر وہ بول نہ سکی ۔ پھر مشتبہ یہودی کا نام اس کے سامنے ذکر کیا گیا تو اُس نے سر کے اشارہ سے بتایا کہ مجرم یہی شخص ہے ۔ اس پر یہودی کو پکڑا گیا اور اُس نے اعتراف کر لیا کہ واقعی یہ جُرم میں نے کیا ہے ۔ اور ابوداؤد کی روایت میں ہے کہ یہ جرم اُس نے زیور حاصل کرنے کے لیے کیا تھا جو اُس نے پہنا ہوا تھا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے سر کو دو پتھروں کے درمیان کچل دیا تھا[2] ۔

اس حدیث سے امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ یوں استدلال کرتے ہیں کہ اس واقعہ میں یہودی کا سر پتھروں سے کچلا گیا تھا جس طرح کہ اُس نے باندی کا سر کچلا تھا تو معلوم ہوا کہ بڑے پتھر یا لکڑی وغیرہ سے قتل بھی ، قتلِ عمد ہوگا ، جس کی سزا قصاص ہوگی ۔

مگر یہ استدلال امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے موقف کو کمزور نہیں کرتا ۔ اس لیے کہ اس میں یہ احتمال ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ سزا بطور قصاص نہ دی ہو بلکہ بطور سیاست

---

[1] ہدایہ جلد ۴ ص ۵۶۰ ۔ مطبوعہ کلام کمپنی ۔ کراچی ۔

[2] صحیح مسلم جلد ۲ ص ۵۸ ۔ اصح المطابع ۔ آرام باغ ۔ کراچی ۔

تعزیری سزا دی ہو۔ اس لیے کہ اس حدیث میں مذکور ہے کہ یہودی نے باندی کا قتل، زیور حاصل کرنے کے لیے کیا تھا۔ اس طرح کے جرم کا ارتکاب کرنا قطاع الطریق کی شان ہوتی ہے اور ان کو حاکم مجاز تعزیری سزا بھی دے سکتا ہے[1]۔

بھاری چیز سے قتل کے مسئلے میں امام ابو حنیفہ رح کا صحیح مذہب

علاوہ ازیں امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک بھاری چیز سے قتل اس صورت میں عمداً متصور نہ ہوگا جب کہ اس کا مقصد صرف قتل کرنا نہ ہو۔ اور اگر قاتل کا مقصد صرف قتل کرنا ہی ہو تو ایسی صورت میں بھاری چیز سے قتل، عمداً قتل متصور ہوگا[2]۔

اگر ثقیل چیز سے قصداً قتل کیا جائے تو امام شافعیؒ، امام ابوحنیفہؒ اور صاحبینؒ سب کا اتفاق ہو جاتا ہے کہ ایسی صورت میں قصاص واجب ہوگا۔

(باقی)

---

[1] البحر جلد ۸ ص ۳۳۹

[2] مذهبه ان القتل بالمثل غير موجب للقود اذا لم يكن القتل مقصوداً كما نصه عليه في المجتبى بحواله اعلاء السنن ج ۱۸ - ص ۷۵ -